THE STUDY OF
RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

Vol.4, No.2, 2026

قرآن کریم میں کرامتِ انسانی کا تصور اور عصرِ حاضر میں مسلم معاشروں میں بنیادی حقوق کی پامالی ایک تجزیاتی مطالعہ

Mubshara javeed
M.phil scholar Department of Islamic studies, University of okara
mubsharajavedtariq@gmail.com
Abdul Qudoos
M.phil scholar Department of Islamic studies, University of okara
bgee28701@gmail.com

قرآن کریم نے انسان کو تمام مخلوقات میں ممتاز مقام عطا کیا ہے اور اس کی کرامت و عزت کو ایک ناقابلِ تنسیخ حق قرار دیا ہے۔ یہ کرامت محض فلسفیانہ تصور نہیں بلکہ ایک عملی نظام کی بنیاد ہے جس پر اسلامی معاشرت، قانون اور حکمرانی کا پورا ڈھانچہ استوار ہوتا ہے۔ تاہم آج کے مسلم معاشروں میں ایک گہرا تضاد نظر آتا ہے—ایک طرف قرآنی تعلیمات کا دعویٰ اور دوسری طرف انسانی حقوق کی وسیع پیمانے پر پامالی۔ زیرِ نظر مقالہ اس تضاد کو تجزیاتی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ پہلے قرآن کریم میں کرامتِ انسانی کے تصور کو آیاتِ کریمہ، احادیثِ نبوی اور مستند علمائے اسلام کی تفسیری و فقہی آراء کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے، پھر عصرِ حاضر کے مسلم معاشروں میں بنیادی حقوق کی پامالی کی مختلف صورتوں کا جائزہ لیا گیا ہے، اور آخر میں اس خلا کے اسباب اور ممکنہ اصلاحی راستوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کلیدی الفاظ: کرامتِ انسانی، قرآن کریم، بنیادی حقوق، مسلم معاشرے، انسانی حقوق، اسلامی فقہ

تمہید

انسانی کرامت (Human Dignity) کا تصور دنیا کے تمام بڑے مذاہب اور تہذیبوں میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا ہے، مگر اسلام نے اسے جس گہرائی، جامعیت اور عملی اساس کے ساتھ پیش کیا ہے وہ بے مثال ہے۔ قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے جن حقوق کا اعلان کیا—حقِ حیات، حقِ عدل، حقِ آزادی، حقِ علم، حقِ ملکیت—وہ آج اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے عالمی منشور (۱۹۴۸ء) کی بنیاد سمجھے جاتے ہیں، حالانکہ اسلامی اعلان اس سے بارہ صدی پہلے آچکا تھا۔

آج کی دنیا میں ستاون سے زائد مسلم اکثریتی ممالک ہیں جن کی مجموعی آبادی دو ارب کے قریب ہے۔ ان ممالک میں سے اکثر مختلف انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں کی رپورٹوں میں بدترین حقوق پامالی کرنے والے ممالک کی فہرستوں میں شامل ہوتے ہیں۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل، ہیومن رائٹس واچ اور فریڈم ہاؤس کی سالانہ رپورٹیں گواہ ہیں کہ ان معاشروں میں تشدد، غربت، صنفی امتیاز، مذہبی اقلیتوں پر ظلم اور قانونی ناانصافی جیسے مسائل نہایت گہرے ہیں۔

سوال یہ اٹھتا ہے کہ جب قرآن کریم کرامتِ انسانی کا اتنا بلند تصور پیش کرتا ہے تو پھر وہ معاشرے جو قرآن کو اپنا دستور مانتے ہیں، اس معیار سے اتنے دور کیوں ہیں؟ کیا یہ تضاد قرآنی تعلیمات میں کوئی خلا ہے—یا اس کا سبب ان تعلیمات سے انحراف اور ان کی غلط تعبیر ہے؟ زیرِ نظر تحقیق انہی سوالات کا جواب تلاش کرنے کی کوشش ہے۔

کرامتِ انسانی: لغوی اور اصطلاحی تعریف

لغوی تعریف

"کرامت" عربی زبان کا لفظ ہے جو "کَرُمَ — یَکْرُمُ" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں شریف ہونا، بزرگ ہونا، قدر و منزلت والا ہونا۔ ابنِ منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں:

«الْكَرَمُ: نَقِيضُ اللُّؤْمِ، يَكُونُ فِي الرَّجُلِ بِنَفْسِهِ، وَيَكُونُ فِي الْفِعْلِ، وَالْكَرِيمُ: الصَّفُوحُ الْمُتَجَاوِزُ عَنِ الذُّنُوبِ»

"کرم لؤم کی ضد ہے، یہ انسان کی ذات میں بھی ہوتا ہے اور اس کے فعل میں بھی، اور کریم وہ ہے جو درگزر کرنے والا اور گناہوں کو معاف کرنے والا ہو۔"

THE STUDY OF
RELIGION AND HISTORY
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337
Vol.4, No.2, 2026

اصطلاحی تعریف

اصطلاح میں کرامتِ انسانی سے مراد وہ فطری، پیدائشی اور ناقابلِ سلب شرافت وعزت ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو محض اس لیے عطا کی ہے کہ وہ انسان ہے—چاہے اس کا رنگ، نسل، مذہب، جنس یا سماجی حیثیت کچھ بھی ہو۔ علامہ راغب اصفہانی "مفردات القرآن" میں لکھتے ہیں:

«الْكَرَامَةُ: إِعْزَازُ الشَّيْءِ وَتَشْرِيفُهُ، وَكَرَامَةُ الإِنْسَانِ: مَا أَوْدَعَهُ اللهُ فِيهِ مِنَ الْعَقْلِ وَالإِرَادَةِ وَالتَّكْلِيفِ» [1]

"کرامت کسی شے کی تعظیم و تشریف ہے، اور انسانی کرامت وہ ہے جو اللہ نے اس میں عقل، ارادہ اور تکلیف کی صورت میں ودیعت کی ہے۔"

قرآن کریم میں کرامتِ انسانی کی بنیادیں

تکریم آدم: پہلی بنیاد

قرآن کریم نے کرامتِ انسانی کی پہلی اور سب سے مضبوط بنیاد یہ رکھی کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کا اعلان فرمایا:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾ [2]

"اور بتحقیق ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی اور تری میں سوار کیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور انہیں اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فضیلت عطا کی۔"

امام فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس کے جواب میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم اس کی نیک اولاد کو جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اس کے برابر میں ہرگز نہ کروں گا جسے میں نے کلمہ کن سے پیدا کیا ہے۔ یہ روایت مرسل ہے لیکن اور سند سے متصل بھی مروی ہے۔[3]

خلافت کا تصور: ذمہ داری اور وقار

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ [4]

"اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا: میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔"

خلافت کا تصور انسان کو محض ایک حیاتیاتی وجود نہیں بلکہ اللہ کا نائب اور امانتدار قرار دیتا ہے۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہاں مراد خلافت سے ایک زمانہ جو دوسرے زمانہ کے بعد آتا ہے۔ خلیفہ فعیلہ، کے وزن پر ہے۔ جب ایک کے بعد دوسرا اس کے قائم مقام ہو تو عرب کہتے ہیں۔ «خَلَفَ فُلَانٌ فُلَانًا» فلاں شخص کا خلیفہ ہوا جیسے قرآن میں ہے کہ ہم ان کے بعد تمہیں زمین کا خلیفہ بنا کر دیکھتے ہیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔[5]

نفخ روح: الٰہی وقار کا سرچشمہ

﴿وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي﴾ [6]

---

[1] راغب اصفہانی، ابوالقاسم حسین بن محمد، المفردات في غريب القرآن، تحقیق: صفوان عدنان داودی، (دمشق: دار القلم، ۱۴۱۲ھ)، ص ۷۰۵

[2] الإسراء ۱۷:۷۰

[3] فخر الدین رازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، (بیروت: دار إحياء التراث العربي، ۱۴۲۰ھ)، ج 15، ص 126

[4] البقرة ۲:۳۰

[5] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: سامی بن محمد سلامہ، (ریاض: دار طیبہ، ۱۴۲۰ھ)، ج ۱، ص ۲۱۳

[6] الحجر ۱۵:۲۹

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

Vol.4, No.2, 2026

"اور میں نے اس میں اپنی روح پھونکی۔"

یہ آیت انسانی کرامت کی مابعد الطبیعاتی بنیاد ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی روح کو انسان سے منسوب کیا تو یہ اعلیٰ ترین شرف ہے جو کسی مخلوق کو مل سکتا ہے۔

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ اس پر فرماتے ہیں:

«أن إضافة الروح لله إضافة تجميل وتقريب، وتعظيم وتشريف، وهذا هو مذهب أهل السنة والجماعة في كل ما أضيف إلى الله وهو عين قائمة بنفسها.»[1]

روح کا اللہ کی طرف اضافت (نسبت) تزیین و تقریب اور تعظیم و تشریف کی اضافت ہے، اور یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے ہر اس چیز میں جسے اللہ کی طرف مضاف کیا گیا ہو، جبکہ وہ چیز اپنی ذات میں قائم (ایک مستقل حقیقت) ہو۔

عدل کا حکم: کرامت کی عملی ضمانت

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ﴾[2]

"بیشک اللہ عدل اور احسان اور قریبیوں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور سرکشی سے منع فرماتا ہے۔"

امام شاطبی الموافقات میں لکھتے ہیں:

«الْعَدْلُ فِي الْقُرْآنِ لَيْسَ مُجَرَّدَ مُسَاوَاةٍ أَمَامَ الْقَانُونِ، بَلْ هُوَ إِعَادَةُ الْكَرَامَةِ لِكُلِّ مَنْ سُلِبَتْ مِنْهُ»[3]

"قرآن میں عدل محض قانون کے سامنے برابری نہیں بلکہ یہ ہر اس شخص کو اس کی کرامت لوٹاتا ہے جس سے وہ چھینی گئی ہو۔"

حق حیات کی مطلق حرمت

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾[4]

"اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ۔"

اس سے بڑھ کر:

﴿مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾[5]

"جس نے کسی نفس کو بغیر کسی جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا، اور جس نے ایک کو زندگی دی گویا اس نے سب کو زندگی دی۔"

یہ آیت انسانی حیات کو اتنی اہمیت دیتی ہے کہ ایک جان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے—یہ وہ تصور ہے جو آج کے انسانی حقوق کے فلسفے سے کہیں زیادہ گہرا اور مؤثر ہے۔

---

[1] راشد بن حمود الثنیان، منہج ابن عقیل الحنبلي وأقواله في التفسير جمعًا ودراسةً، (الدراسات المعاصرة في القرآن الكريم، المملكة العربية السعودية، عصر آل سعود (نجد، حجاز، السعودية الحديثة)، 1148ھ/1735م)، ج1، ص212

[2] النحل ۱۶:۹۰

[3] شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات في أصول الشريعة، تحقیق: مشہور بن حسن آل سلمان، (ریاض: دار ابن عفان، ۱۴۱۷ھ)، ج ۲، ص ۱۷۳

[4] الأنعام ۶:۱۵۱

[5] المائدة ۵:۳۲

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

Vol.4, No.2, 2026

حدیثِ نبوی میں کرامتِ انسانی

خطبۂ حجۃ الوداع: انسانی حقوق کا پہلا عالمی منشور

رسول اللہ ﷺ نے ۱۰ ہجری میں اپنے آخری حج کے موقع پر ایک لاکھ سے زائد صحابہ کے مجمع میں جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ بجا طور پر انسانی حقوق کا پہلا عالمی منشور ہے:

«إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا» [1]

"بیشک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر ایسی ہی حرام ہیں جیسے اس دن کی، اس مہینے کی اور اس شہر کی حرمت ہے۔"

نسلی برتری کی نفی

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا لِأَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى» [2]

"اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقوے کے سبب۔"

کمزوروں کی حفاظت

«هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ» [3]

"کیا تم کو مدد اور رزق نہیں ملتا مگر اپنے کمزوروں کی وجہ سے۔"

یہ حدیث بتاتی ہے کہ معاشرے کی اصل طاقت اور برکت اس کے کمزور طبقات کے ساتھ حسنِ سلوک سے مشروط ہے۔

کرامتِ انسانی کے قرآنی حقوق

حقِ مساوات

قرآن کریم نے صراحت کے ساتھ اعلان کیا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ [4]

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تا کہ ایک دوسرے کو پہچانو، بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔"

کپڑوں میں مساوات:

ایک دن حضرت ابوالیسیر رضی اللہ عنہ کے جسم پر دو الگ الگ رنگ کے کپڑے تھے، مثلاً ایک کرتہ سفید اور ایک تہبند نیلا۔ اتفاق سے ان کے غلام کے جسم پر بھی بالکل ایسے ہی دو الگ الگ رنگ کے کپڑے تھے۔

---

[1] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب الخطبۃ أیام منی، حدیث نمبر ۱۷۳۹، تحقیق: محمد زہیر بن ناصر، (دمشق: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، ج ۲، ص ۱۷۷

[2] احمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، تحقیق: شعیب الارنؤوط، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۱ھ)، ج ۳۸، ص ۴۷۴، حدیث نمبر ۲۳۴۸۹

[3] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد، باب من استعان بالضعفاء، حدیث نمبر ۲۸۹۶، ج ۴، ص ۴۵

[4] الحجرات ۴۹: ۱۳

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

Vol.4, No.2, 2026

ایک آنے والے شخص نے مشورہ دیا کہ اگر آپ اپنا ایک کپڑا غلام کو دے دیں اور اس کا ایک کپڑا لے لیں تو دونوں کے کپڑے ہم رنگ ہو جائیں گے اور پورا جوڑا مکمل ہو جائے گا۔

حضرت ابوالیسیر نے یہ مشورہ سن کر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے: "غلاموں کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔" یعنی اگر ہم کپڑے بدلتے تو رنگ تو ہم رنگ ہو جاتے لیکن ایک کپڑا میرے پاس اچھا اور ایک اس کے پاس معمولی رہ جاتا، اس طرح مساوات ختم ہو جاتی۔ اس لیے انہوں نے یہ مشورہ قبول نہیں کیا۔

ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک غلام عطا فرمایا اور یہی نصیحت دوبارہ فرمائی۔ حضرت ابوالیسیر نے فوری طور پر اپنا کپڑا اپھاڑا اور آدھا خود رکھا اور آدھا غلام کو دے دیا تاکہ دونوں بالکل برابر رہیں۔[1]

حقِ آزادی

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ [2]

"دین میں کوئی جبر نہیں، بیشک ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔"

یہ اسلام کی آزادیِ ضمیر کا اعلانِ عظیم ہے۔

غلام کے منہ پر مارنا:

ایک شخص نے اپنے غلام کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ یہ دیکھ کر صحابی حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا: "کیا مارنے کے لیے تمہیں صرف اس بیچارے کا چہرہ ہی ملا تھا؟" پھر انہوں نے یاد دلایا کہ ایک بار ہمارے ایک صحابی نے اپنے غلام کو مارا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اس غلام کو فوری طور پر آزاد کر دو—یہ اس مار کا کفارہ ہے۔[3]

حقِ عدل وانصاف

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ﴾ [4]

"اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہو، اللہ کے لیے گواہ بنو چاہے یہ تمہارے اپنے نفسوں کے خلاف ہو یا والدین اور رشتہ داروں کے۔"

حقِ علم و تعلیم

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ [5]

"پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔"

قرآن کریم کی پہلی آیت کا علم کے ساتھ آغاز یہ واضح کرتا ہے کہ اسلام میں علم کا حصول ہر انسان کا فطری حق ہے۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

---

[1] ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب العتق، باب إذا ضرب العبد فلیجتنب الوجہ، دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۷۹ھ، ج:۵، ص:۱۸۱

[2] البقرۃ ۲:۲۵۶

[3] ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب العتق، باب إذا ضرب العبد فلیجتنب الوجہ، دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۷۹ھ، ج:۵، ص:۱۸۱

[4] النساء ۴:۱۳۵

[5] العلق ۹۶:۱

The Study of Religion and History

THE STUDY OF
RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

Vol.4, No.2, 2026

«قَدْ فَرَضَ اللهُ طَلَبَ العِلْمِ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، وَإِذَا كَانَ مَفْرُوضًا فَهُوَ حَقٌّ لِلْمَرْءِ كَمَا هُوَ وَاجِبٌ عَلَيْهِ، فَيَجْتَمِعُ فِيهِ مَعْنَى الحَقِّ وَالفَرْضِ جَمِيعًا» [1]

"اللہ نے طلبِ علم ہر مسلمان پر فرض کیا ہے، اور جب کوئی چیز فرض ہو تو وہ بندے کا حق بھی ہوتی ہے اور اس کی ذمہ داری بھی، یوں طلبِ علم میں حق اور فرض دونوں مفہوم اکٹھے ہو جاتے ہیں۔"

عصرِ حاضر میں مسلم معاشروں میں بنیادی حقوق کی پامالی

قرآنی تعلیمات کے اس روشن پس منظر کے بعد جب ہم آج کے مسلم معاشروں کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو ایک تکلیف دہ تضاد سامنے آتا ہے۔ یہ جائزہ لینا ضروری ہے کہ کن شعبوں میں اور کس حد تک قرآنی تعلیمات سے انحراف ہو رہا ہے۔

حقِ حیات کی پامالی

مسلم معاشروں میں انسانی جان کی ارزانی ایک سنگین مسئلہ ہے۔ شام، یمن، عراق، افغانستان اور لیبیا جیسے مسلم اکثریتی ممالک میں گزشتہ دو دہائیوں میں لاکھوں مسلمانوں نے اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے ہاتھوں جان گنوائی۔ فرقہ وارانہ تشدد، دہشت گردی اور ریاستی جبر نے کرامتِ انسانی کی اس بنیادی قدر کو پامال کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ "غیرت کے نام پر قتل" کا رجحان جنوبی ایشیا اور مشرقِ وسطیٰ کے مسلم معاشروں میں ابھی تک موجود ہے۔ پاکستان میں سالانہ اوسطاً ایک ہزار سے زائد خواتین غیرت کے نام پر قتل کی جاتی ہیں۔[2] یہ صریحاً قرآنی حکم:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾[3] کی خلاف ورزی ہے۔

حقِ عدل کی پامالی

مسلم معاشروں میں عدالتی ناانصافی ایک گہری بیماری بن چکی ہے۔ پاکستان، بنگلہ دیش، مصر اور دیگر مسلم ممالک میں عدالتی نظام اکثر امیر اور طاقتور کے حق میں جھکا ہوتا ہے۔ غریب اور کمزور کے لیے انصاف ناممکن نہیں تو نہایت مشکل ضرور ہے۔

قرآن کریم کا صریح حکم ہے:

﴿وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾ [4]

"اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔"

لیکن عملاً معاملہ اس کے برعکس ہے۔ علامہ ابنِ قیم الجوزیہ نے صدیوں پہلے اس خطرے کو محسوس کرتے ہوئے لکھا تھا:

«إِذَا ظَهَرَتِ الرِّشْوَةُ فِي الْقُضَاةِ فَقَدِ انْهَدَمَ عَمُودُ الْكَرَامَةِ فِي الْمُجْتَمَعِ» [5]

"جب قاضیوں میں رشوت ظاہر ہو جائے تو معاشرے میں کرامت کا ستون گر جاتا ہے۔"

---

[1] وزارۃ الأوقاف المصریۃ، تراجم موجزۃ للأعلام، (القاہرۃ: موقع وزارۃ الأوقاف المصریۃ، ۱۴۵۰ھ)، ص ۳۶۸

[2] ہیومن رائٹس واچ، "Honor" Killings in Pakistan: A Report on the Killing of Women and Girls، (نیویارک: Human Rights Watch، ۲۰۲۳ء)، ص ۱۲-۸

[3] الأنعام ۶:۱۵۱

[4] النساء ۴:۵۸

[5] ابنِ قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، تحقیق: نایف بن احمد الحمد، (مکہ مکرمہ: دار عالم الفوائد، ۱۴۲۸ھ)، ص ۲۱۷

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

Vol.4, No.2, 2026

خواتین کے حقوق کی پامالی

اسلام نے عورت کو جو حقوق دیے وہ اپنے وقت میں انقلابی تھے—وراثت کا حق، نکاح میں رضامندی کا حق، طلاق کا حق، تعلیم کا حق، معاشی سرگرمی کا حق۔ مگر آج بہت سے مسلم معاشروں میں یہ حقوق صرف کتابوں میں ہیں، عمل میں نہیں۔

افغانستان میں طالبان حکومت نے لڑکیوں کی تعلیم پر پابندی لگائی۔ سعودی عرب میں ۲۰۱۸ء تک خواتین کو گاڑی چلانے کی اجازت نہ تھی۔ پاکستان میں خواتین کو جائیداد کے حقوق سے اکثر محروم رکھا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اس قرآنی اصول کی صریح خلاف ورزی ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [1]

"اور عورتوں کے حقوق بھی اسی طرح ہیں جیسے ان پر فرائض ہیں، دستور کے مطابق۔"

مذہبی اقلیتوں کے حقوق کی پامالی

اسلام نے غیر مسلم اقلیتوں کے لیے "ذمی" کا ادارہ قائم کیا جو تاریخی طور پر اپنے وقت کا سب سے ترقی یافتہ اقلیتی حقوق کا نظام تھا۔ لیکن آج پاکستان میں توہینِ رسالت کے قوانین، مصر میں اقباط پر حملے، عراق اور شام میں عیسائیوں کی نسل کشی—یہ سب اس قرآنی روح کے منافی ہیں جو کہتی ہے:

﴿لَّا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ﴾ [2]

"اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے نہ لڑائی کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔"

حقِ تعلیم کی پامالی

یونیسکو کی رپورٹوں کے مطابق مسلم اکثریتی ممالک میں شرحِ خواندگی عالمی اوسط سے کم ہے۔ خاص طور پر لڑکیوں کی تعلیم پر پابندیاں اور دیہی علاقوں میں تعلیمی سہولیات کی عدم فراہمی قرآن کے پہلے لفظ "اقرأ" کی عملی تردید ہے۔

قرآنی حقوق اور ان کے حصول میں تضاد کے اسباب

قرآنی تعلیمات کی غلط تعبیر

ڈاکٹر جاوید احمد غامدی کے مضامین میں ملتا ہے: "ہمارے معاشروں میں جسے 'شریعت کا نفاذ' کہا جاتا ہے وہ دراصل قبائلی روایات کو مذہبی لباس پہنانا ہے۔"[3]

جہالت اور تعلیم کی کمی

قرآن کریم کی تلاوت تو عام ہے مگر اس کے معانی اور مفاہیم سے آگاہی نہایت کم ہے۔ بیشتر مسلمان قرآن کو پڑھتے تو ہیں مگر اس کے پیغام کو سمجھ کر اپنی زندگی اور معاشرت پر لاگو کرنے سے قاصر ہیں۔

امام غزالی نے احیاء العلوم میں صدیوں پہلے اسی خطرے کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا تھا: "جس نے قرآن پڑھا اور اس میں غور نہ کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جو طبیب (ڈاکٹر) کی کتاب اٹھائے مگر اس میں کیا ہے نہ جانے۔"[4]

---

[1] البقرۃ ۲:۲۲۸

[2] الممتحنۃ ۶۰:۸

[3] غامدی، جاوید احمد، میزان، (لاہور: المورد، ۲۰۰۱ء)، ص ۴۳۸

[4] غزالی، ابو حامد محمد بن محمد، إحیاء علوم الدین، (بیروت: دار المعرفہ، بدون تاریخ)، ج ۱، ص ۲۸۹

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

استعماری میراث اور ادارتی کمزوری

بیشتر مسلم ممالک ایسے اداروں کے ساتھ آزاد ہوئے جو نوآبادیاتی دور میں استحصال کے لیے بنائے گئے تھے۔ آزادی کے بعد یہ ادارے ملکی آبادی کی خدمت کرنے کی بجائے نئے حکمرانوں کے ظلم کا ذریعہ بن گئے۔

علماء کا کردار اور خاموشی

جب اقتدار ظلم کرے تو علماء کا فرض ہے کہ بولیں۔ لیکن بہت سے مسلم ممالک میں سرکاری علماء نے ہمیشہ اقتدار کی حمایت کی اور ظلم کے خلاف آواز نہ اٹھائی۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ» [1]

"سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔"

اصلاح کی راہیں: قرآنی رہنمائی کی روشنی میں

قرآن کی طرف واپسی—تدبر کے ساتھ

اصلاح کا پہلا قدم یہ ہے کہ مسلمان قرآن کو محض تلاوت کی کتاب نہ سمجھیں بلکہ اسے ایک دستورِ حیات کے طور پر پڑھیں، سمجھیں اور اپنائیں۔ قرآن خود کہتا ہے:

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ [2]

"کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے، یا دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟"

تعلیمی نظام کی اصلاح

اسلامی تاریخ کا وہ دور جب مسلمان سائنس، فلسفے، طب اور فلکیات میں دنیا کے امام تھے، یادگار ہے۔ اس کی وجہ قرآن کا پہلا لفظ "اقرأ" تھا جسے انہوں نے پوری سنجیدگی سے لیا۔ آج اسی روایت کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

عادل ادارے اور قانون کی بالادستی

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾ [3]

"بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو ادا کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے کرو۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ عادل ادارے اسلامی فریضہ ہیں، محض سیاسی ضرورت نہیں۔

علماء کی ذمہ داری

مستند علماء کا فرض ہے کہ وہ قرآن کی روشنی میں ظلم کو ظلم کہیں، خواہ وہ ریاست کی طرف سے ہو یا معاشرے کی طرف سے۔ شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

---

[1] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن أبي داود، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی، حدیث نمبر ۴۳۴۴، تحقیق: محمد محیی الدین عبد الحمید، (بیروت: المکتبۃ العصریہ، بدون تاریخ)، ج ۴، ص ۱۲۴

[2] محمد ۴۷:۲۴

[3] النساء ۴:۵۸

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

Vol.4, No.2, 2026

«الْعَالِمُ الَّذِي يَصْمُتُ عَنِ الظُّلْمِ خَوْفًا مِنَ السُّلْطَانِ لَيْسَ عَالِمًا بَلْ هُوَ شَرِيكُ الظَّالِمِ» [1]

"وہ عالم جو ظلم پر سلطان کے ڈر سے خاموش رہے وہ عالم نہیں بلکہ ظالم کا شریک ہے۔"

اسلامی تاریخ سے رہنمائی: جب کرامت کا نظام کام کیا

خلافتِ راشدہ کا نمونہ

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا وہ مشہور قول جو کرامتِ انسانی کا عملی اعلامیہ ہے:

«مَتَى اسْتَعْبَدْتُمُ النَّاسَ وَقَدْ وَلَدَتْهُمْ أُمَّهَاتُهُمْ أَحْرَارًا» [2]

"تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنالیا جبکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا؟"

یہ قول آج بھی مسلم حکمرانوں کے لیے اتنا ہی متعلق ہے جتنا چودہ سو سال پہلے تھا۔

عہدِ عمر بن عبدالعزیز

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز (۷۱۷–۷۲۰ء) کا دورِ حکومت اس بات کی تاریخی شہادت ہے کہ جب قرآنی اصولوں کو سنجیدگی سے لاگو کیا جائے تو نتائج کیسے ہوتے ہیں — غربت اتنی کم ہوئی کہ زکوٰۃ لینے والا نہ ملتا تھا، امن اتنا پھیلا کہ سفر محفوظ ہو گیا۔

کرامتِ انسانی کا قرآنی تصور کوئی نظری فلسفہ نہیں بلکہ ایک ایسا جامع نظامِ حیات ہے جو انسان کو اس کی پیدائش کے لمحے سے لے کر موت تک ایک ناقابلِ سلب عزت اور وقار کا حامل قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم نے یہ کرامت کسی کے لیے مشروط نہیں کی — نہ رنگ سے، نہ نسل سے، نہ مذہب سے، نہ جنس سے۔ یہ ہر انسان کا خدا دیا ہوا حق ہے۔

آج کے مسلم معاشروں کا المیہ یہ نہیں کہ قرآن میں کوئی خلا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ قرآن کو پڑھا تو جاتا ہے مگر اسے سمجھ کر زندگی پر لاگو نہیں کیا جاتا۔ قرآنی تعلیمات اور عملی زندگی کے درمیان یہ خلا نہ صرف مسلمانوں کی ذاتی روحانی تنزلی کا سبب ہے بلکہ بین الاقوامی سطح پر اسلام کی شبیہ کو نقصان پہنچانے کا بھی۔

راستہ واضح ہے: قرآن کی طرف واپسی — لیکن تدبر کے ساتھ، عمل کے ساتھ، اور اس یقین کے ساتھ کہ کرامتِ انسانی کی حفاظت محض ایک سیاسی نعرہ نہیں بلکہ ایک دینی فریضہ ہے۔ جب تک مسلم حکمران، علماء اور عوام اس فریضے کو سنجیدگی سے نہیں لیتے، قرآنی تعلیمات اور مسلم معاشروں کی عملی حالت کے درمیان یہ تکلیف دہ تضاد برقرار رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ [3]

"بیشک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔"

---

[1] ابنِ باز، عبدالعزیز بن عبداللہ، مجموع فتاوی ابن باز، جمع واعداد: محمد بن سعد الشویعر، (ریاض: دار القاسم، ۱۴۳۰ھ)، ج۸، ص ۱۶۲

[2] ابنِ عبدالحکم، فتوح مصر، بحوالہ: ابنِ حجر عسقلانی، فتح الباري شرح صحیح البخاري، (بیروت: دار المعرفہ، ۱۳۷۹ھ)، ج۱۲، ص ۳۱۲

[3] الرعد ۱۳:۱۱